بسم اللہ الرحمن الرحیم

لوکان الدین عند الثریا لذھب بہٖ رجل من فارس او
قال من ابناء فارس حتیٰ یتناولہٗ (مسلم)

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراضات کے جوابات

از افادات

متکلمِ اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن
دامت برکاتھم العالیہ

امیر: عالمی اتحاد اہل السنت والجماعت

پیشکش

احناف میڈیا سروس

فہرست رسالہ

"امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر اعتراضات کے جوابات"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراضات کے جوابات

افادات: متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

اعتراض نمبر 1: کنیت بیٹی کی وجہ سے ہے

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بیٹی تھی "حنیفہ"۔ اسی کی طرف نسبت کر کے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت "ابو حنیفہ" ہے۔

جواب:

امام صاحب کی کنیت نسبی نہیں بلکہ وصفی ہے جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کنیت "ابو تراب" اور حضرت عبد الرحمٰن بن صخر رضی اللہ عنہ کی کنیت "ابو ھریرہ" نسبی نہیں بلکہ وصفی ہیں۔

محققین حضرات نے تصریح کی ہے کہ آپ کا صرف ایک بیٹا تھا حضرت حماد بن ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، اس کے علاوہ آپ کی کوئی اولاد نہیں۔ چنانچہ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اس اعتراض کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قیل کانت لہ بنت یسمیٰ بذلك ورد بانہ لایعلم لہ ولد ذکر ولا انثیٰ غیر حماد.

(الخیرات الحسان لابن حجر المکی: ص 71 مترجم)

ترجمہ: یہ کہا گیا ہے کہ امام صاحب کی ایک بیٹی جس کی وجہ سے آپ کی کنیت "ابو حنیفہ" ہوئی۔ تو اس بات کا رد کیا گیا ہے کیونکہ آپ کی اولاد میں سوائے حماد کے اور کوئی بیٹا یا بیٹی تھی۔

علامہ ابن ندیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الفہرست" میں لکھتے ہیں:

وکان لہ من الولد حماد ویکنی ابا اسماعیل ومات بالکوفۃ.

(الفہرست لابن ندیم: ص255)

ترجمہ: آپ کی اولاد میں صرف حضرت حماد تھے جن کی کنیت ابو اسماعیل تھی، ان کا انتقال کوفہ میں ہوا۔

شیخ محمد قاسم بن عبدہ الحارثی فرماتے ہیں:

لانہ لایعلم لابی حنیفۃ ولد غیر ابنہ حماد.

(مکانۃ الامام ابی حنیفۃ بین المحدثین للحارثی: ص39)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سوائے حماد کے کوئی بیٹا نہیں۔

کنیت "ابو حنیفہ" کی وجہ:

1: قرآن پاک میں دین اسلام کا نام "دین حنیف" بتایا گیا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب ہے۔

فاتبعوا ملۃ ابراھیم حنیفا الآیۃ. (آل عمران: 95)

ترجمہ: ابراہیم حنیف کی ملت کا اتباع کرو۔

عربی زبان میں "اب" کا معنی کبھی "باپ" ہوتا ہے اور کبھی اس کا معنی "والا" ہوتا ہے۔ تو کبھی "اب" کا معنی باپ ہوتا ہے... ابو القاسم یعنی قاسم کا باپ، ابو الزبیر یعنی زبیر کا باپ، اور کبھی "اب" کا معنی "والا" ہوتا ہے جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام عبد اللہ ہے اور ان کی کنیت "ابو بکر" ہے۔ اب ابو بکر کا معنی یہ نہیں کہ بکر کا باپ بلکہ اس کا معنی ہے "بکر والا"۔ عربی زبان میں بکرٌ کا معنی ہے "پہل کرنا"

چونکہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ہر موقع پر پہل کی ہے تو کنیت "ابو بکر" پڑی ہے کہ پہل کرنے والا۔ چونکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے اس دین حنیف کی تدوین فرمائی ہے اس لیے اہل اسلام میں آپ کی کنیت "ابو حنیفہ" (ابو الملة الحنيفة) قرار پائی اور "حنیفہ" سے "حنفی" ایسا ہی ہے جیسے "مدینہ" سے "مدنی"۔

(شقائق النعمان للزمخشری بحوالہ سیرۃ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ ص88)

2: قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا:

ما كان ابراهيم يهوديا ولا نصرانيا ولكن كان حنيفا مسلما ۔ (آل عمران:67)

ترجمہ: ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ نصرانی، بلکہ وہ حنیف (یکسو) مسلمان تھے۔

"حنیف" اسے کہتے ہیں جو ہر طرف سے کٹ کر اللہ کا ہو رہے۔ امام صاحب بھی ہر طرف سے کٹ کر اللہ کے ہو رہے تھے اس لیے آپ کو "ابو حنیفہ" کہا جاتا ہے۔ شیخ محمد قاسم الحارثی لکھتے ہیں:

واما عن كنيته [ابي حنيفة] فقد قالوا: ان حنيفة مونث حنيف وهو الناسك المسلم الذى مال عن الدنيا الى الحق، لان الحنيف فى الاصل الميل۔

(مکانۃ الامام ابی حنیفہ بین المحدثین للحارثی ص39)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت کے بارے میں یہ کہا کہ "حنیفہ" لفظ "حنیف" کا مونث ہے اور حنیف عبادت گزار مسلمان کو کہتے ہیں جو دنیا چھوڑ کر حق کی طرف مائل ہوا ہو کیونکہ "حنف" کا اصل میں معنیٰ "میلان کرنا" ہے۔

3: حنیفہ عربی زبان میں دوات کو بھی کہتے ہیں۔ امام صاحب کی مجلس میں اس قدر دواتیں اور قلمیں ہوتی تھیں کہ امام صاحب بولتے رہتے اور شاگرد لکھتے رہتے۔ اس کثرت دوات کی وجہ سے کہا گیا "ابو حنیفہ" یعنی دوات والا۔

(الخیرات الحسان لابن حجر المکی)

اعتراض نمبر2: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تابعی نہیں ہیں

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تابعی نہیں ہیں۔ بقولِ امام کردری رحمہ اللہ "جماعة من المحدثين انكروا ملاقاته مع الصحابة رضى الله عنهم اجمعين" (تنسیق النظام: ص10)

کہ محدثین کی ایک جماعت نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین سے ملاقات کا انکار کیا ہے۔

جواب:

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تابعی ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے۔ قبل اس سے کہ آپ کا تابعی ہونا مستند و معتبر ذرائع سے ثابت کریں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ محدثین کی آراء کو ذکر کیا جائے جن سے واضح ہوتا ہے کہ تابعی بننے کے لیے صحابی کی محض زیارت وملاقات کافی ہے، طویل زمانہ صحبت شرط نہیں۔

1: امام ابو الفضل زین الدین العراقی (ت806ھ) لکھتے ہیں:

الراجح الذى عليه العمل قول الحاكم وغيره فى الإكتفاء بمجرد الرؤية دون اشتراط الصحبة وعليه يدل عمل أئمة الحديث مسلم بن الحجاج و أبى حاتم بن حبان و أبى عبد الله الحاكم وعبد الغنى بن سعيد وغيرهم۔ (التقیید والایضاح: ص300)

ترجمہ: تابعی کی راجح تعریف وہ ہے جو امام حاکم نے کی ہے کہ تابعی بننے کے لیے صحابی کی زیارت کافی ہے، اس کی صحبت شرط نہیں۔ یہی موقف ائمہ حدیث مثلاً امام مسلم، امام ابو حاتم بن حبان، امام ابو عبد اللہ الحاکم، امام عبد الغنی المقدسی وغیرہ کا ہے۔

2:حافظ ابن حجر عسقلانی(ت852ھ)فرماتے ہیں:

التابعي وهو: مَن لِقِي الصحابي...... وهذا هو المختارُ خلافاً لمن اشترط فی التابعی طول الملازمة أو صحة السماع. (شرح نخبۃ الفکر:ص134)

ترجمہ: تابعی وہ ہے جو صحابی سے ملاقات کرے۔ یہی موقف ان لوگوں کے موقف سے مختار(راجح) ہے جو تابعی کے لیے شرط لگاتے ہیں کہ اسے صحابی سے لمبا عرصہ کی صحبت اور حدیث کا صحیح سماع حاصل ہو۔

3:علامہ عبد الحئی لکھنوی(ت1304ھ)جمہور حضرات کے ہاں تابعی کی تعریف کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثم اعلم ان جمهور علماء اصول الحديث على ان الرجل بمجرد اللقي و الرؤية للصحابي يصير تابعياً. (اقامۃ الحجۃ:ص29)

ترجمہ: جمہور علماء اصول حدیث کا موقف یہ ہے کہ آدمی صحابی سے صرف ملاقات اور اس کی زیارت سے تابعی بن جاتا ہے۔

ائمہ فن کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ صحابی سے محض ملاقات یا اسے دیکھ لینے سے انسان تابعی بن جاتا ہے۔ تابعیت کے لیے صحبت و روایت شرط نہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں واضح روایات ملتی ہیں کہ آپ رحمہ اللہ نے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے۔ ان روایات میں رایتُ[میں نے دیکھا] سمعتُ[میں نے سنا] وغیرہ کے الفاظ آپ کی صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات ثابت کرتے ہیں۔ ذیل میں چند روایات نقل کی جاتی ہیں:

[1]:امام موفق المکی نے امام محمد بن عمر الجعابی(م355ھ) کی سند سے روایت کیا ہے:

عن ابی حنيفة قال رايت انس بن مالك فی المسجد قائما يصلی.

(مناقب موفق المکی:ج1ص24،25، مسند ابی حنیفہ لابی نعیم:ص24)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ کو مسجد میں نماز پڑھتے دیکھا۔

[2]:امام ابو نعیم اصبہانی(م430ھ) اپنی سند سے روایت کرتے ہیں:

عن ابی حنيفة سمعت انس بن مالك يقول: سمعت رسول صلی الله عليه وسلم الحديث

(مسند ابی حنیفۃ لابی نعیم:ص24)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرمارہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا۔

اس کے علاوہ ائمہ محدثین نے بھی آپ کا تابعی ہونا واضح طور پر بیان کیا ہے۔

[1]: محمد بن اسحاق المعروف بابن ندیم(م380ھ):

و كان من التابعين لقی عدة من الصحابة.(الفہرست لابن ندیم:ص342)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ تابعین میں سے تھے، آپ نے کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے۔

[2]: امام ابن عبد البر المالکی(م463ھ):

قال أبو عمر: ذكر محمد بن سعد كاتب الواقدی أن أبا حنيفة رأى أنس بن مالك، وعبد الله بن الحارث بن جزء.

(جامع بیان العلم وفضلہ:ص54)

ترجمہ: ابو عمر ابن عبد البر کہتے ہیں: محمد بن سعد جو امام واقدی کے کاتب ہیں، فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے حضرت انس اور حضرت عبد اللہ بن الحارث بن جزء رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے۔

[3]: علامہ شمس الدین ذہبی (م748ھ):

رأى أنس بن مالك غير مرة لما قدم عليهم الكوفة.

(تذکرۃ الحفاظ: ج1 ص126، الکاشف: ج3 ص191)

ترجمہ: آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی کئی مرتبہ زیارت کی جب وہ کوفہ تشریف لاتے۔

[4]: حافظ ابو الفداء اسماعیل ابن کثیر شافعی (م774ھ):

لانه أدرك عصر الصحابة، ورأى أنس بن مالك.

(البدایۃ والنہایۃ: ج5 ص527)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ نے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا زمانہ پایا ہے اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے۔

[5]: حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (م852ھ):

رأى انسا. (تہذیب التہذیب: ج6 ص55)

ترجمہ: امام صاحب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

[6]: علامہ بدر الدین عینی حنفی (م855ھ):

ابن أبي أوفى اسمه عبد الله... وهو أحد من رآه أبو حنيفة من الصحابة.

(عمدۃ القاری: ج2 ص505)

ترجمہ: حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کا نام "عبد اللہ" ہے، یہ ان صحابہ میں سے ہیں جن کو امام ابو حنیفہ نے دیکھا ہے۔

[7]: امام ابن العماد حنبلی رحمہ اللہ (م1089ھ):

رأى أنساً وغيره. (شذرات الذہب: ج1 ص372)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے۔

اعتراض نمبر 3: روایت عن الصحابۃ ثابت نہیں

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے کوئی روایت بھی ثابت نہیں۔ " لم تصح له رواية عن احد من الصحابة رضی الله عنهم "[از شیخ ولی الدین العراقی] اور "لا رواية له عن احد من الصحابة "[از علامہ السخاوی] وغیرہ تصریحات محدثین اس پر شاہد ہیں۔

جواب:

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی روایات حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے ثابت ہیں اور اسانید صحیحہ سے ثابت ہیں جن کے راوی ثقات و معتمد ہیں، لہٰذا عدمِ روایت کا قول درست نہیں۔ چند روایات پیش خدمت ہیں:

1: حافظ ابو نعیم الاصبہانی، امام ابو عبد اللہ صیمری، امام موفق بن احمد مکی اور امام محمد بن محمود خوارزمی رحمہم اللہ نے اپنی اسناد سے امام ابو یوسف القاضی رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قال سمعت انس بن مالك رضی الله عنه يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم... وفی رواية : قال ابو حنيفة سالت انس بن مالك رضی الله عنه الحديث

(مسند ابی حنیفۃ لابی نعیم ص24، اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ للصمیری ص4 ص5، مناقب الموفق المکی ج1 ص26، مقدمہ جامع المسانید للخوارزمی ص23)

ترجمہ: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا.... ایک روایت میں ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔

2: فقیہ و قاضی ابو عبد اللہ حسین بن علی الصیمری (م 436ھ) اپنی سند سے بیان کرتے ہیں:

عن ابی حنیفة انه قال حججت مع أبی سنة ست وتسعین ولی ست عشرة سنة فإذا انا بشیخ قد اجتمع الناس علیه فقلت لأبی من هذا الرجل؟ فقال هذا رجل قد صحب محمداً صلی الله علیه وسلم یقال له عبد الله بن الحارث بن جزء، قلت لأبی: أی شیء عنده؟ قال: أحادیث سمعها من النبی صلی الله علیه وسلم فقلت: قدمنی إلیه حتی اسمع منه فتقدم بین یدی فجعل یفرج عنی الناس حتی دنوت منه فسمعته یقول سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: من تفقه فی دین الله کفاه الله همه ورزقه من حیث لا یحتسب.

(اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ للصیمری: ص18)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ 96ھ میں میں نے اپنے والد صاحب کے ساتھ حج کیا، اس وقت میری عمر سولہ سال تھی۔ میری نظر ایک شیخ پر پڑی جس کے گرد لوگوں کا ہجوم تھا۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ جواب دیا: یہ وہ شخص ہے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی ہے، ان کا نام "عبد اللہ بن حارث بن جزء" ہے۔ میں نے کہا: ان کے پاس کیا ہے؟ جواب دیا کہ ان کے پاس احادیث ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں۔ میں نے کہا: مجھے آگے لے چلیے تاکہ میں ان سے احادیث سنوں۔ میرے والد نے لوگوں کو ہٹا کر مجھے قریب کیا تو میں نے سنا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جو اللہ کے دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتا ہے اللہ اس کی ضروریات کے خود کفیل بن جاتے ہیں اور اسے وہاں سے رزق دیتے ہیں جہاں سے اس گمان بھی نہیں ہوتا۔

3: امام محمد بن الحسن الشیبانی (م 189ھ) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں:

اخبرنا ابو حنیفة قال حدثنا عبد الله بن ابی حبیبة قال سمعت ابا الدرداء یقول کنت ردیف رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال: یا ابا الدرداء! من شهد ان لا اله الا الله مخلصاً وجبت له الجنة.

(کتاب الآثار بروایۃ محمد: ص77 رقم الحدیث 373، مسند ابی حنیفۃ لابی نعیم: ص175)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عبد اللہ بن ابی حبیبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابو الدرداء سے سنا، فرما رہے تھے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھا تھا۔ آپ نے فرمایا: اے ابو الدرداء! جس شخص نے اخلاص کے ساتھ "لا الہ الا اللہ" کی گواہی دی تو اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔

حضرت عبد اللہ بن ابی حبیبہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:

عبد الله بن أبی حبیبة واسمه الأدرع بن الأزعر... قال بن أبی داؤد شهد الحدیبیة وذکره البخاری وابن حبان وغیرهما فی الصحابة وقال البغوی کان یسکن قباء. (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج2 ص1029 رقم الترجمۃ 4622)

ترجمہ: عبد اللہ بن ابی حبیبہ کا نام الادرع بن الازعر ہے۔ ابن ابی داؤد فرماتے ہیں کہ یہ صلح حدیبیہ میں موجود تھے۔ امام بخاری، علامہ ابن حبان وغیرہ نے انہیں صحابہ میں شمار کیا ہے۔ امام بغوی فرماتے ہیں کہ یہ مقام قباء میں رہتے تھے۔

دیگر حضرات نے بھی انہیں صحابہ رضی اللہ عنہم میں شمار کیا ہے۔

(دیکھیے طبقات ابن سعد ج8 ص334، معجم الصحابۃ لابن قانع: ج2 ص92، تاریخ الصحابۃ لابن حبان: ص157، اسد الغابہ لابن اثیر ج3 ص115)

تنبیہ: مسند ابی حنیفۃ لابی نعیم میں ان صحابی کا نام "عبد الله بن ابی حنیفة" غلط چھپ گیا ہے، صحیح "عبد الله بن ابی حبیبة" ہے۔

4 : امام الجرح والتعدیل ابوزکریا یحی بن معین رحمہ اللہ م 233ھ سے بسند روایت ہے:

ان ابا حنیفة صاحب الرای سمع عائشة بنت عجرد رضی الله عنها تقول سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم: اکثر جند الله فی الارض الجراد لا آکله ولا احرمه.

(مناقب موفق المکی ج1 ص31، لسان المیزان لابن حجر ج3 ص227، تاریخ ابن معین روایۃ الدوری ج3 ص480)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ صاحب الرائے نے حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا سے سنا، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اللہ تعالیٰ کا زیادہ لشکر زمین میں ٹڈی ہے، نہ میں اسے کھاتا ہوں نہ حرام بتاتا ہوں۔

ان واضح اور صحیح روایات میں صیغ تحدیث اور سماع وغیرہ سے امام صاحب کی روایت عن الصحابۃ رضی اللہ عنھم ثابت ہے، نیز محققین حضرات بھی آپ رحمہ اللہ کی سماع کی تصریح کرتے ہیں، مثلاً:

[1]: ابو القاسم علی بن کاس النخعی (م324ھ):

ومن فضائله-ای ابی حنیفة-انه روی عن اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم، فان العلماء اتفقوا علی ذلك.

(رسالۃ فی مناقب الائمۃ الاربعۃ بحوالہ مقدمۃ مسند ابی حنیفۃ لابی نعیم: ص132)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے فضائل میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنھم سے روایت کی ہے، اس پر علماء کا اتفاق ہے۔

[2]: امام ابو معشر عبد الکریم الطبری المقری الشافعی (م478ھ):

قد الف الامام ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد الطبری المقری الشافعی جزءا فیما رواه الامام ابو حنیفة عن الصحابة، ذکر فیه: قال ابو حنیفة لقیت من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم سبعة الخ

(تبییض الصحیفۃ للسیوطی: ص61)

ترجمہ: امام ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد الطبری المقری الشافعی نے ایک جزء جمع کیا ہے جس میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی وہ روایات لائے ہیں جو امام صاحب نے صحابہ رضی اللہ عنھم سے روایت کی ہیں، اس جزء میں یہ مذکور ہے: امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے سات حضرات سے ملا ہوں الخ۔ (پھر ان سات کے نام بھی ذکر کیے ہیں)

اور بتصریح علامہ حسن سنبھلی اس جزء میں انہوں نے روایات پر کسی قسم کی جرح وقدح نہیں کی۔ (تنسیق النظام: ص11)

[3]: سلطان المحدثین ملا علی قاری رحمہ اللہ م1014ھ نے مناقب الامام میں لکھا ہے:

واختلف فی روایته عنهم والمعتمد ثبوتها کما بینته فی مسند الامام حال اسناده الخ

(ذیل الجواہر المضیۃ: ج2 ص452)

ترجمہ: امام صاحب رحمہ اللہ کی صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے روایت میں (اگرچہ) اختلاف کیا گیا ہے لیکن پختہ و معتمد بات یہ ہے کہ روایت ثابت ہے جیسا کہ میں نے مسند الامام میں ان روایات کی اسناد کا حال بیان کر دیا ہے۔

[4]: علامہ حسن سنبھلی (م1305ھ):

والثانی: مقام روایته-ای ابی حنیفة-عن بعض الصحابة وهو ایضاً ثابت عند ارباب الانصاف بوجوه.

(تنسیق النظام: ص11)

ترجمہ: دوسری بات امام صاحب کی بعض صحابہ رضی اللہ عنھم سے حدیث روایت کرنے کا مقام ہے اور ارباب انصاف کے ہاں یہ بات کئی وجوہ سے ثابت ہے۔

پھر متعدد وجوہ سے اس دعوی روایت کو ثابت بھی کیا ہے جو قابلِ دید ہے۔

[5]: علامہ قرشی رحمہ اللہ نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء بھی ذکر کیے ہیں جن سے امام اعظم رحمہ اللہ نے روایت لی ہے جیسا کہ شیخ عبد الفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے۔(التعلیق علی القواعد ص307)

اعتراض نمبر4: حدیث میں یتیم تھے

امام عبداللہ بن مبارک کا قول ہے کہ انہوں نے فرمایا: کان ابو حنیفة یتیماً فی الحدیث.

(تاریخ بغداد: ج11 ص292)

کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث میں "یتیم" تھے۔ محمد یوسف جے پوری نے یہی اعتراض "قیام اللیل" کے حوالے سے نقل کیاہے۔(حقیقۃ الفقہ: ص118)

جواب:

"یتیما فی الحدیث" کا کلمہ تنقیص اور جرح کے لیے نہیں بلکہ کلمہ مدح ہے کیونکہ محاورہ میں "یتیم" کے معنی یکتا، منفرد اور بے مثل کے بھی آتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں!!!

"کل شئ مفرد یعنی نظیرہ فھو یتیم یقال درۃ یتیمۃ"

(الصحاح للجوہری: ج5 ص342، مختار الصحاح للرازی: ج1 ص745)

ترجمہ: ہر وہ اکیلی چیز جس کی مثال کمیاب ہو "یتیم" ہے جیسے کہا جاتا ہے درۃ یتیمۃ (نایاب موتی)

باقی امام عبداللہ بن مبارک تو امام ابو حنیفہ کے ایسے مداح ہیں کہ ان کی زبان مبارک سے امام صاحب کے بارے میں ہمیشہ مدح اور منقبت ہی صادر ہوئی ہے۔ مثلاً وہ خود فرماتے ہیں کہ

"افقہ الناس ابو حنیفة ما رایت فی الفقہ مثلہ"

(تہذیب التہذیب لابن حجر: ج6 ص559، ص560)

ترجمہ: لوگوں میں سب سے بڑے فقیہ ابو حنیفہ ہیں، میں نے فقہ میں ان کی مثل کسی کو نہیں دیکھا۔

یہی امام عبداللہ بن مبارک یہ بھی فرماتے ہیں کہ

"لولا ان اللہ تعالیٰ اغاثنی بابی حنیفة وسفیان کنت کسائر الناس۔"

(تہذیب التہذیب لابن حجر: ج6 ص559، ص560)

ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ امام ابو حنیفہ اور امام سفیان کے ذریعہ میری مدد نہ کرتا تو میں عام لوگوں کی طرح ہوتا۔

امام ابو حنیفہ کی مزید مدح کرتے ہوئے امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں:

"ان کان الاثر قد عرف واحتیج الی الرائ ؛ فرای مالك وسفیان وابی حنیفة وابوحنیفہ احسنھم وادقھم فطنة واغوصھم علی الفقہ وھو افقہ الثلاثة۔"

(تاریخ بغداد: ج11 ص244)

ترجمہ: اگر اثر (حدیث) میں فقہ کی ضرورت پیش آئے تو اس میں امام مالک امام سفیان اور امام ابو حنیفہ کی رائے معتبر ہو گی۔ امام ابو حنیفہ ان سب میں عمدہ اور دقیق سمجھ کے مالک ہیں فقہ کی باریکیوں میں گہری نظر رکھنے والے اور تینوں میں بڑے فقیہ ہیں۔

بلکہ امام ابو حنیفہ پر ناز کرتے ہوئے عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ

"ھاتوا فی العلماء مثل ابی حنیفة والا فدعونا ولا تعذبونا"

(مناقب الموفق المکی: ج2 ص52)

ترجمہ: علماء میں امام ابو حنیفہ کی مثل لائو ورنہ ہمیں معاف رکھو اور کوفت نہ دو۔

ان کے علاوہ کئی اقوال امام صاحب کی منقبت وشان میں امام عبد اللہ بن مبارک میں مختلف کتب میں پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا "یتیما فی الحدیث" سے جرح سمجھنا امام ابو بکر خطیب بغدادی کی غلطی ہے جسے مؤلف "حقیقۃ الفقہ" نے محض عناد کی وجہ پیش کیا ہے۔

اس کے علاوہ حافظ ابو الحسن احمد بن ایبک ابن الدمیاطی م749ھ کو قول نقل کر دیا جائے جو اس امر میں کافی ہے، فرماتے ہیں:

"ھذا بالمدح اشبه منه بالذم فان الناس قد قالوا درة يتيمة اذا كانت معدودة المثل وهذا اللفظ متداول للمدح لا نعلم احدا قال بخلاف۔ وقيل: يتيم دهره وفريد عصره وانما فهم الخطيب قصر عن ادراك ما لا يجهله عوام الناس۔"

(المستفاد من ذیل تاریخ بغداد: ج2 ص93)

ترجمہ: "یتیما فی الحدیث" کا لفظ مدح کے زیادہ مشابہ ہے نہ کہ ذم کے کیونکہ عام طور پر جب کسی چیز کی مثالیں کم ملتی ہو تو لوگ "درة يتيمة" کا لفظ بولتے رہتے ہیں اور یہ لفظ عام طور پر رائج ہے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ کسی نے اس میں اختلاف کیا ہو جیسا کہ یتیم دھر اور فرید عصر وغیرہ الفاظ بولے جاتے ہیں خطیب بغدادی کی فہم اس بات کو سمجھنے سے قاصر رہی جس سے عوام بھی بے خبر نہیں۔

اعتراض نمبر5: عربیت میں کمزور تھے

محمد یوسف جے پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"تاریخ ابن خلکان مطبوعہ ایران جلد 2 ص296 میں ہے کہ: وقد ذكر الخطيب فی تاريخه منها شيئا كثيرا ثم اعقب ذلك بذكر ما كان الاليق تركه والاضراب عنه فمثل هذا الامام لا يشان فی دينه ولا فی ورعه وتحفظه ولم يكن يعاب بشیئ سوى قلة العربية۔ ترجمہ: خطیب نے اپنی تاریخ میں مناقب میں سے بہت بیان کرکے معائب بیان کئے ہیں جن کا ذکر نہ کرنا مناسب تھا کیونکہ ایسا بڑا امام جس کی دیانت اور ورع میں کوئی طعنہ نہیں، ان کی ذات میں سوائے عربیت کی کمی کے کوئی عیب نہ تھا۔"

اس کے بعد محمد یوسف جے پوری اپنا تبصرہ یوں بیان کرتے ہیں:

"چونکہ اس زمانہ میں احادیث کے تراجم تو ہوئے ہی نہ تھے، اس لئے امام صاحب کی قلت عربیت حصولِ احادیث سے سدراہ ہوئی۔"

(حقیقۃ الفقہ از محمد یوسف غیر مقلد ص124 ص125)

جواب:

دراصل خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر قلتِ عربیت کا بے جا اعتراض کیا تھا تو امام ابن خلکان رحمہ اللہ نے اپنی "تاریخ" میں ان کے اس غلط طرز عمل پر تنقید کی ہے۔ تاریخ ابن خلکان کی مندرجہ بالا عبارت امام صاحب کے دفاع کے لیے پیش کی گئی تھی نہ کہ اعتراض کے طور پر لیکن مولف حقیقۃ الفقہ نے نہ پوری عبارت نقل کی اور نہ ہی صحیح ترجمہ کیا اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ ابن خلکان بھی اس اعتراض میں خطیب کے ساتھ شریک ہیں۔ ہم ابن خلکان کی مکمل عبارت نقل کر دیتے ہیں تاکہ معاملہ خوب صاف ہو جائے۔ ابن خلکان رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ومناقبه وفضائله كثيرة، وقد ذكر الخطيب فی تاريخه منها شيئاً كثيراً، ثم أعقب ذلك بذكر ما كان الأليق فی تركه

والإضراب عنه، فمثل هذا الإمام لا يشك في دينه، ولا في روعه وتحفظه ، ولم يكن يعاب بشيء سوى قلة العربية، فمن ذلك ما روى أن أبا عمرو بن العلاء المقرىء النحوي - المقدم ذكره - سأله عن القتل بالمثل: هل يوجب القود أم لا فقال: لا، كما هو قاعدة مذهبه خلافاً للإمام الشافعي رضى الله عنه، فقال له أبو عمرو: ولو قتله بحجر المنجنيق، فقال: ولو قتله بأبا قبيس، يعني الجبل المطل على مكة حرسها الله تعالى. وقد اعتذروا عن أبي حنيفة بأنه قال ذلك على لغة من يقول: إن الكلمات الست المعربة بالحروف - وهي أبوه وأخوه وحموه وهنوه وفوه وذو مال - أن إعرابها يكون في الأحوال الثلاث بالألف، وأنشدوا في ذلك:

إن أباها وأبا وأباها ... قد بلغنا في المجد غايتاها

وهي لغة الكوفيين، وأبو حنيفة من أهل الكوفة، فهي لغته، والله أعلم.

(تاریخ ابن خلکان ج5 ص413)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے فضائل ومناقب کثیر ہیں۔ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے امام صاحب کے بہت سارے مناقب اپنی تاریخ میں ذکر کیے، پھر ایسی باتیں بھی لائے جن کا ذکر نہ کرنا اور ان سے اعراض کرنا ہی مناسب تھا کیونکہ امام صاحب جیسی شخصیت کے متعلق نہ تو دیانت میں شبہ کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ان کے ورع وحفظ میں۔ آپ پر کوئی نکتہ چینی سوائے قلتِ عربیت کے نہیں کی گئی۔ قلت عربیت کے بارے میں مروی ہے کہ ابو عمرو بن علاء مقری، جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، نے امام صاحب سے قتل بالمثقل (بھاری چیز سے قتل کرنا) کے بارے میں سوال کیا کہ آیا اس ست قصاص واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: نہیں، جیسا کہ آپ کے مذہب کا اصول ہے بخلاف امام شافعی رحمہ اللہ کے۔ اس پر ابو عمرو نے کہا: اگرچہ منجنیق کے پتھر سے بھی قتل کیا ہو؟ (تو کیا پھر بھی قصاص نہ آئے گا؟) تو آپ نے فرمایا: "ولو قتله باباقبيس" یعنی اگرچہ ابو قبیس پہاڑ سے ہی کیوں نہ قتل کیا ہو۔ جبل ابو قبیس سے مکہ مکرمہ کا بلند پہاڑ مراد ہے۔ (امام صاحب نے یہاں "ولو قتله باباقبيس" فرمایا۔ اسی پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ لغت کے اعتبار سے "ولو قتله بابي قبيس" ہونا چاہیے تھا) علماء کرام رحمہم اللہ نے حضرت امام رحمہ اللہ کی جانب سے اس کا یہ جواب دیا کہ امام صاحب نے یہ بات ان لوگوں کی لغت کے مطابق کہی جو اس بات کے قائل ہیں کہ کلمات ستہ معربہ بالحروف یعنی ابوہ، اخوہ، حموہ، ہنوہ، فوہ اور ذومال، ان کا اعراب تینوں حالتوں میں الف کے ساتھ ہوتا ہے، بطور دلیل وہ یہ شعر پیش کرتے ہیں:

"بے شک اس کا باپ اور دادا دونوں بزرگی میں اعلیٰ مقام کو پہنچ گئے" یہ کوفہ والوں کی لغت ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اہل کوفہ میں سے تھے پس یہ آپ کی لغت ہے۔

اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ مورخ ابن خلکان رحمہ اللہ نے جہاں امام صاحب کے مناقب وفضائل بیان کیے وہاں قلتِ عربیت کا اعتراض بھی رفع کیا لیکن چونکہ مولف حقیقۃ الفقہ کے تعصبی مزاج کو یہ بات گراں تھی اس لیے تعریف والی عبارت چھوڑ دی، مزید یہ کہ باقی عبارت میں بھی قطع وبرید سے کام لے کر ناقص عبارت نقل کر دی۔

واضح رہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے جس ماحول میں نشو ونما پائی وہ علمی ماحول تھا۔ شہر کوفہ جہاں سینکڑوں صحابہ رضی اللہ عنہم رہ چکے تھے، ائمہ لغت ونحو سے بھرا پڑا تھا، بیشتر نحوی آپ کے تلامذہ تھے، لغت عربیہ اور نحو میں اعلیٰ مقام اور وسعت اطلاع کے پیش نظر ائمہ نحاۃ نے آپ کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ علامہ زاہد بن الحسن الکوثری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حتى ان امثال ابي سعيد السيرافي و ابي علي الفارسي و ابن جني من اركان العربية الفوا كتبا في شرح الفاظه في باب الايمان تعجبا من اتساع دائرة اطلاعه في اللغة العربية.

(تانیب الخطیب للکوثری ص26)

ترجمہ: حتی کہ ابو سعید السیرافی، ابو علی فارسی، ابن جنی جیسے ماہرین عربیت نے باب الایمان میں امام صاحب رحمہ اللہ کے الفاظِ عربیت کی شرح کے لیے کتابیں تالیف کیں، انھوں نے آپ کی لغت عربیہ میں وسعت اطلاع پر تعجب کا اظہار کیا ہے۔

جس سند سے خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے یہ واقعہ ابراہیم حربی سے نقل کیا ہے وہ سند خود قابل اعتماد نہیں۔ (تانیب الخطیب ص26)

بالفرض اگر یہ صحیح بھی ہو تب بھی امام صاحب پر کوئی الزام نہیں کیونکہ عرب کے بہت سے قبائل مثلاً زبید، خثعم، ہمدان، کنانہ، بلعنبر، بطون من ربیعہ وغیرہ کے ہاں "اب" اور اسی طرح دیگر اسماء مکبرہ اگر مضاف ہوں تو تینوں حالتوں رفع، نصب اور جر میں ان کا اعراب ایک ہی رہتا ہے۔ (تانیب الخطیب ص22)

اسی قبیل کا ایک مشہور شعر ہے جو علامہ ابن خلکان نے بھی ذکر کیا ہے جو کہ مشہور شاعر روبۃ بن الحجاج کا ہے:

ان اباھا وابا اباھا.... قد بلغا فی المجد غایتاھا

(النحو المصفی لمحمد عید، شرح ابن عقیل ج1 ص51، شرح الاسمونی علی الالفیہ ج1 ص32)

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے "انت ابا جھل" (صحیح بخاری ج2 ص573 باب شھود الملائکۃ بدرا) کا فرمان ہے۔

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ بر تقدیر صحت امام صاحب کا یہ کلام "ولو رماہ باباقبیس" عرب لغات خصوصاً ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی لغت کی معرفت پر دلیل ہے جو کہ قابل ستائش ہے نہ کہ قابلِ اعتراض۔

اعتراض 6: قلیل الحدیث تھے

آپ [امام صاحب] کا اور آپ کے متعلقین کا پایہ حدیث میں کسی قدر گرا ہوا ضرور معلوم ہوتا ہے جس سے مذہب اثر لیے بغیر نہیں رہ سکتا... تاریخ ابن خلدون میں ہے کہ "فابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ یقال بلغت روایتہ الی سبعۃ عشر حدیثا" امام ابو حنیفہ کی نسبت کہا گیا ہے کہ ان کو سترہ حدیثیں پہونچی ہیں۔

(حقیقۃ الفقہ ص118 از محمد یوسف غیر مقلد و دیگر کتب غیر مقلدین)

جواب:

علامہ عبد الرحمٰن بن محمد ابن خلدون رحمہ اللہ م808ھ نے کسی مجہول شخص کا قول نقل کیا ہے، خود لفظ "یقال" سے تعبیر کرنے میں اس کے غلط و باطل ہونے کی طرف اشارہ بھی کر دیا۔ مزید یہ کہ صراحت سے اس طرح کے اقوال کا رد بھی فرمایا ہے، لکھتے ہیں:

وقد تقول بعض المبغضین المتعسفین إلی أن منھم من کان قلیل البضاعۃ فی الحدیث فلھذا قلت روایتہ ولا سبیل إلی ھذا المعتقد فی کبار الائمۃ لان الشریعۃ إنما تؤخذ من الکتاب والسنۃ.

(تاریخ ابن خلدون ج1 ص444)

ترجمہ: بعض مبغض و متعصب لوگوں نے بعض ائمہ کرام رحمہم اللہ پر یہ الزام لگایا ہے کہ ان کے پاس حدیث کا سرمایہ بہت کم تھا، اسی وجہ سے ان کی روایتیں بہت کم ہیں۔ کبار ائمہ کی شان میں اس قسم کی بدگمانی رکھنے کی کوئی (معقول) وجہ نہیں کیونکہ شریعت قرآن وحدیث سے لی جاتی ہے۔

اس صراحت سے معلوم ہوا کہ سترہ حدیثیں روایت کرنے کا الزام وغیرہ محض متعصبین کا ہے، ائمہ حضرات کے دامن اس جیسے الزام سے بری ہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اپنے وقت کے فقیہ ہیں بلکہ جید فقہاء و محدثین آپ کے شاگرد ہیں۔ فقیہ احادیث کے معانی و مفاہیم محدث سے زیادہ جانتا ہے۔ چنانچہ امام ترمذی فرماتے ہیں:

کذلك قال الفقھاء وھم اعلم بمعانی الاحادیث. (جامع الترمذی ج1 ص193 باب غسل المیت)

ترجمہ: حضرات فقہاء کرام رحمھم اللہ عنھم نے بھی اسی طرح فرمایا ہے اور وہ احادیث کے معانی زیادہ جانتے ہیں۔

جس شخصیت کا فقیہ بلکہ افقہ الناس ہونا مسلم ہو اس کے بارے میں کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ وہ حدیث سے تہی دامن تھا اور محض سترہ حدیثوں کا عارف تھا (یعنی حدیث کے معانی و مفاہیم تو محدثین سے بھی زیادہ جانتا ہو لیکن حدیث نہ جانتا ہو) فوا اسفا

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صحیح روایات و اسانید سے مروی اخبار و آثار بیان کر دیئے جائیں جن سے امام صاحب کی حدیث میں وسعت اطلاع، وفور علم اور جلالت شان معلوم ہو۔

1: امام ابو عبد اللہ الصیمری رحمہ اللہ اور امام موفق بن احمد المکی رحمہ اللہ نے اپنی سند سے امام حسن بن صالح سے روایت کیا ہے:

کان ابو حنیفة شدید الفحص عن الناسخ من الحدیث المنسوخ و یعمل بالحدیث اذا ثبتت عندہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم و عن الصحابة و کان عارفا بحدیث اهل الکوفة... کان حافظا لفعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاخیر.

(اخبار ابی حنیفۃ للصیمری ص 11، مناقب موفق المکی: ج 1 ص 89 ص 90)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ناسخ منسوخ احادیث کے پہچان میں بہت مہارت رکھتے تھے، حدیث جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے اصحاب سے ثابت ہو تو اس پر عمل کرتے تھے اور اہل کوفہ (جو اس وقت حدیث کا مرکز تھا) کی احادیث کے عارف تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری فعل کے حافظ تھے۔

2: امام موفق بن احمد المکی رحمہ اللہ سند صحیح کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

فربما وجدت الحدیثین او الثلاثة فأتیه بها فمنها ما یقبله و منها ما یردہ فیقول: هذا لیس بصحیح او لیس بمعروف ۔ فاقول له: و ما علمك بذلك؟ فیقول ان اعلم بعلم اهل الکوفة.

(مناقب الموفق ج 2 ص 151 ص 152، مناقب کرداری ج 2 ص 103)

ترجمہ: (امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی تقویت میں) کبھی مجھے دو احادیث ملتی اور کبھی تین۔ میں انہیں امام صاحب کے پاس لاتا تو آپ بعض کو قبول کرتے بعض کو نہیں، اور فرماتے کہ یہ حدیث صحیح نہیں یا معروف نہیں، تو میں عرض کرتا حضرت آپ کو کیسے پتہ چلا؟ تو فرماتے کہ میں اہل کوفہ کے علم کو جانتا ہوں۔

3: امام یحیٰ بن نصر بن حاجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

دخلت علی ابی حنیفة فی بیت مملو کتبا فقلت ما هذہ؟ قال هذہ احادیث کلها و ما حدثت به الا الیسیر الذی ینتفع به. واللفظ لابی نعیم.

(مناقب ابی حنیفہ للنیسابوری بحوالہ مناقب کردری ج 1 ص 151، مسند ابی حنیفہ للابی نعیم بحوالہ الجوہر ابرالمنیفہ للزبیدی ص 31، مناقب موفق المکی ج 1 ص 95 ص 96)

ترجمہ: میں امام ابو حنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کا گھر کتابوں سے بھرا ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا: یہ کیا ہیں؟ فرمایا: یہ ساری احادیث (کی کتابیں) ہیں، میں ان سے وہ بیان کرتا ہوں جن سے (عوام) کو نفع ہو۔

4: امام حافظ اسماعیل العجلونی الشافعی رحمہ اللہ م 1162ھ فرماتے ہیں:

(ابو حنیفة رحمه اللہ) فهو رضی اللہ عنه حافظ حجة فقیه.

(عقد الجوہر الثمین للعجلونی ص 4، 5)

یاد رہے کہ اس قول میں امام صاحب کو "حافظ" اور "حجہ" کہا گیا ہے۔ حافظ ایک لاکھ احادیث کو سند و متن واحوال رواۃ کے جاننے والے کو کہتے ہیں اور حجۃ تین لاکھ حدیثوں کے حافظ کو کہتے ہیں۔

(قواعد فی علوم الحدیث للعثمانی ص 29)

5: امام محمد بن سماع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام تصانیف میں ستر ہزار سے کچھ اوپر احادیث ذکر کی ہیں

اور اپنی کتاب الآثار چالیس ہزار احادیث سے انتخاب کر کے لکھی ہے۔

(مناقب کردری ج1 ص151، ذیل الجواہر المضئیہ لعلی القاری ج2 ص474)

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ امام اعظم رحمہ اللہ پر قلت حدیث کا الزام غلط محض ہے۔ آپ کثیر الحدیث تھے اور اصطلاح محدثین میں حافظ اور حجت تھے۔

اعتراض نمبر 7: ضعیف اور سیئ الحفظ تھے، مجروح تھے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ حدیث میں ضعیف تھے۔ حقیقۃ الفقہ میں ہے:

"میزان الاعتدال مطبوعہ مصر ج3 ص237 میں ہے کہ "النعمان بن ثابت بن زوطی ابو حنیفة الکوفی امام اهل الرآء ضعفه النسائی من جهة حفظه و ابن عدی و آخرون" نعمان بن ثابت بن زوطی ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی کوئی قیاس والوں کے امام ہیں ان کو نسائی اور ابن عدی اور دیگر علماء نے حافظہ کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین امام نسائی مطبوعہ انوار احمدی ص 35 میں ہے کہ "ابو حنیفة لیس بالقوی فی الحدیث وهو کثیر الغلط و الخطاء علی قلة روایة " امام ابو حنیفہ حدیث میں قوی نہیں ہیں، بہت غلطی اور خطاء کرنے والے کمی روایت (حدیث) کی وجہ سے۔"

(حقیقۃ الفقہ از مولوی محمد یوسف جے پوری غیر مقلد ص129 ص130)

جواب:

بطور تمہید چند قواعد واصول جاننا ضروری ہے۔

1 : جرح مفسر ہی مقبول ہے:

لا یقبل الجرح الا مفسرا و لیس قول اصحاب الحدیث "فلان ضعیف" و "فلان لیس بشئ" مما یوجب جرحه ورد خبره و انما کان کذلك لان الناس اختلفوا فیما یفسق به فلا به من ذکر سببه لینظر هل هو فسق ام لا؟

(الکفایۃ فی علم الروایہ ص108)

ترجمہ: جرح مفسر ہی مقبول ہے۔ اصحاب حدیث کا یہ قول کہ " فلان ضعیف " ہے " فلان کی کچھ حیثیت نہیں " ایسے اقوال ہیں جو جرح کو واجب نہیں کرتے اور نہ اس راوی کی خبر کو رد کرتے ہیں۔ یہ اس لئے کیونکہ لوگ فسق کے سبب میں مختلف ہیں تو ضروری ہے کہ سبب بیان کیا جائے تا کہ پتا چلے کہ وہ سببِ فسق ہے یا نہیں؟

2 : تعصب وعداوت پر مبنی جرح مردود ہے:

الجرح اذا صدر من تعصب او عداوة او منافرة او نحو ذالك، فهو جرح مردود ولا یومن به الا المطرود.

(الرفع والتکمیل للکھنوی ص409)

ترجمہ: راوی پر جرح اگر تعصب، دشمنی، منافرت یا اس قسم کے اسباب کی بنا پر ہو تو وہ مردود ہوتی ہے۔ اس کو صرف گرا پڑا آدمی ہی قبول کر سکتا ہے۔

3: تعدیل بلا سبب بھی مقبول ہے:

یقبل التعدیل من غیر ذکر سببه علی الصحیح المشهور.

(تدریب الراوی للسیوطی: ج1 ص258)

ترجمہ: کسی کی تعدیل بیان کرنا بغیر سبب کے صحیح ومشہور قول کے مطابق مقبول ہے۔

4: جس امام کی امامت وعدالت متواتر ہو اس پر جرح مردود ہے۔

ومن ثبت عدالته لم يقبل فيه الجرح وما تسقط العدالة بالظن.

(ھدی الساری للابن حجر ص599 ص600)

و الصحيح فی هذا الباب ان من صحت عدالته و ثبتت فی العلم امانته و بأنت ثقته و عنايته بالعلم لم يلتفت فيه الی قول احد.

(جامع بیان العلم لابن عبد البر ج2 ص186)

دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ جس شخصیت کی عدالت، امامت، علمی جلالت شان اور ثقاہت ثابت ہو اس پر کوئی جرح قابل قبول نہیں۔

ان اصول و قواعد کی روشنی میں فقہاء و محدثین کے اقوال نقل کئے جاتے ہیں جنہوں نے امام صاحب کو عادل قرار دیا اور آپ کی عدالت، حفظ، فقاہت، اور ثقاہت بیان فرمائی، لہذا آپ پر کی گئی ہر جرح ساقط، نا قابل اعتبار اور مردود ہے۔

1: امام ابو عمر ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اما بعد فان طائفة ممن عنی بطلب العلم و حمله وعلم بما علمه الله عظيم بر كته و فضله سألونی مجتمعين و مفترقين ان اذكر لهم من اخبار الائمة الثلاثة الذين طار ذكرهم فی آفاق الا سلام لما انتشر عنهم من علم الحلال و الحرام و هم ابو عبد الله مالك ابن انس الاصبحی المدنی و ابو عبد الله محمد بن ادريس الشافعی المطلبی المكی و ابو حنيفة النعمان بن ثابت الكوفی عيوناً و فقرا يستدلون بها علی موضعهم من الامامة فی الديانة و يكون ذلك كافيا مختصرا ليسهل حفظه و معرفته و الوقوف عليه و المذا كرة به من ثناء العلماء بعدهم عليهم و تفضيلهم لهم و اقرارهم بأمامتهم.

(الانتقاء لابن عبد البر: ص8 ص9)

ترجمہ: طالبین وعاملین علم کی ایک جماعت نے جنہیں اللہ تعالی نے عظیم و افضل علم عطا فرمایا ہے، مجھے کہا ہے کہ میں ان کے لئے تین ائمہ کا تذکرہ کروں جن کا ذکر آفاق اسلام میں مشہور ہو چکا ہے اور ان کے ذریعے حلال و حرام کا علم پوری دنیا میں پھیل چکا ہے؛ وہ تین حضرات امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہیں جو علم کے چشمے اور ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں تا کہ یہ جماعت طالبین علم اپنے اپنے مقام پر دین میں ان کی امامت پر استدلال کر سکے۔ ان کا ذکر جو میں کروں گا کافی مختصر ہو گا تا کہ اس کا یاد کرنا اور مذاکرہ کرنا آسان ہو۔ ان ائمہ کے جن علماء نے ان کی تعریف کی، ان کی فضیلت کو سراہا اور ان کی امامت کا اقرار کیا میں ان کے اقوال ذکر کروں گا۔

2: امام محدث محمد بن ابراہیم ابو زیر الشافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(الامام ابو حنيفة) انه ثبت بالتواتر فضله و عدالته و تقواه و امانته.

(الروض الباسم ج1 ص158، مقام ابی حنیفہ لامام اہل السنۃ ص274)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی فضیلت، عدالت، تقویٰ اور امانت تواتر سے ثابت ہے۔

3: امام ابو عبد اللہ الحاکم النیسابوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هذا النوع من هذه العلوم معرفة الائمة الثقات المشهورين من التابعين و اتباعهم ممن يجمع حديثهم للحفظ و المذا كرة و التبرك بهم و بذ كرهم من الشرق الی الغرب... و من اهل الكوفة... ابو حنيفة النعمان بن ثابت التيمی.

(معرفت علوم الحدیث للحاکم ص240 ص143 ص245)

ترجمہ: ان علوم (حدیث) کی اس نوع میں ان ثقہ و مشہور ائمہ تابعین و تبع تابعین کا تعارف بیان کیا جائے گا جن سے مروی احادیث حفظ و مذاکرہ

کے لئے جمع کی جاتی ہیں اور ان کے وجود وذکر سے مشرق تا مغرب برکت حاصل کی جاتی ہے۔ ان ثقہ و مشہور ائمہ میں اہل کوفہ کے امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت تیمی رحمہ اللہ ہیں۔

4: حضرت امام ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

الذین رووا عن ابی حنیفة ووثقوہ واثنوا علیہ اکثر من الذین تکلموا فیه.

(جامع بیان العلم لابن عبد البر ج2 ص183)

ترجمہ: وہ لوگ جنہوں نے امام ابو حنیفہ سے روایت کی، ان کی توثیق بیان کی اور آپ کی تعریف کی؛ ان لوگوں سے زیادہ ہیں جنہوں نے آپ کے بارے میں کلام کیا۔

5: مختلف ائمہ محدثین نے آپ کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی :

الامام الاعظم ،فقیه العرق و کان ثقة صدوقا لاباس به و کان ثقة فی الحدیث و کان حافظا حجة فقیها.

(تذکرۃ الحفاظ للذھبی ج1 ص126 ص127، سیر العلام المتبلاء للذھبی ج6 ص529 تا ص531، تہذیب الکمال للمزی ج10 ص309، تہذیب التہذیب لابن حجر ج5 ص629، تقریب التہذیب لابن حجر ج2 ص624)

ترجمہ: آپ امام اعظم، فقیہ العراق تھے، ثقہ صدوق تھے، لاباس بہ تھے (یہ کلمہ ثقاہت پر دال ہے) حدیث میں ثقہ تھے، مشہور فقیہ تھے، حافظ اور حجہ تھے۔

ان کے علاوہ کئی اقوالِ فقہاء و محدثین ہیں جو امام اعظم ابو حنیفہ کی ثقاہت و عدالت اور حفظ و اتقان پر صریح دلیل ہیں۔ لہذا آپ کے بارے میں کوئی کلمہ جرح قابل قبول نہیں۔ اعتراض میں میزان الاعتدال کی عبارت نقل کی گئی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ عبارت خود مصنف رحمہ اللہ نے نہیں لکھی بلکہ کسی متعصب کی کارستانی ہے۔ اس پر کئی شواہد ہیں۔

1: خود علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے مقدمہ میں تصریح کی ہے:

و کذا لااذکر فی کتابی من الائمة المتبوعین فی الفروع احدا لجلالتهم فی الاسلام و عظمتهم فی النفوس مثل ابی حنیفة والشافعی والبخاری.

(مقدمہ میزان الاعتدال ج1 ص26)

ترجمہ: میں اپنی اس کتاب میں ان بڑے بڑے ائمہ کا تذکرہ نہیں کروں گا جن کی فروع میں اتباع کی جاتی ہے کیونکہ اسلام میں ان کا بڑا رتبہ ہے اور لوگوں کے دلوں میں ان کی بڑی عظمت ہے۔ جیسے امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام بخاری رحمہم اللہ۔

پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ انہوں نے امام صاحب کا ذکر کیا ہو اور ان الفاظ سے کیا ہو۔

2: امام ذہبی نے ایک مستقل کتاب "تذکرۃ الحفاظ" لکھی ہے جس میں امام صاحب کا تذکرہ بڑی مدح و توصیف کے ساتھ کیا ہے۔

3: دور قریب کے مشہور محقق، مدقق عالم شیخ عبد الفتاح ابو عذرہ رحمہ اللہ نے الرفع و التکمیل کے حاشیہ میں کیا خوب بات کی ہے، فرماتے ہیں:

"میں نے میزان الاعتدل کی تیسری جلد کا نسخہ مکتبہ ظاہریہ دمشق میں حدیث کے عنوان میں 368 نمبر کے تحت دیکھا۔ یہ نسخہ نہایت بہترین تھا۔ حرف میم سے شروع ہو کر آخر کتاب تک تھا۔ سارے کا سارا امام ذہبی کے شاگرد حافظ شرف الدین عبد اللہ بن محمد الوانی الدمشقی رحمہ اللہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ انہوں نے یہ نسخہ تین بار مؤلف کے سامنے پڑھا اور مؤلف کی اصل کتاب سے اس کا مقابلہ کیا۔ میں نے اس نسخہ میں امام ابو حنیفہ کے حالات نہ حرفِ نون کے تحت پائے اور نہ ہی کنیت کے تحت۔"

معلوم ہوا کہ امام ذہبی کا دامن اس جرح سے پاک ہے۔ یہ کسی متعصب کا "کارنامہ" ہے۔

اعتراض میں امام نسائی رحمہ اللہ کی جرح کا بھی ذکر تھا۔ اگرچہ مذکورہ دلائل اور امام صاحب کی عدالت وثقاہت کا تواتر ہونا اس کو ناقابل اعتبار اور مردود کرنے کے لئے کافی ہے لیکن علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ کا قول فیصل بیان کرنا نہایت مناسب ہے۔ آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

افرط اصحاب الحدیث فی ذم ابی حنیفة و تجاوزوا الحد فی ذالك.

(جامع بیان العلم لابن عبد البر ج2 ص181)

ترجمہ: اصحاب الحدیث نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی مذمت کرنے میں نہایت افراط سے کام کیا ہے اور اس میں تمام حدود کو تجاوز کر گئے۔

و اما سائر اهل الحدیث فهم كالاعداء لابی حنیفة و اصحابه.

(الانتقاء لابن عبد البر رحمہ اللہ ص331)

ترجمہ: تمام اہل حدیث (محدثین) امام صاحب اور آپ کے اصحاب کے لئے دشمن کی طرح ہیں (کہ بے جا جرح کرتے رہتے ہیں)

اعتراض نمبر8: گمراہ فرقہ "مرجئہ" میں سے تھے

محمد یوسف جے پوری نے فرقہ ہائے ضالہ میں "حنفیہ" کو ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی مقتداہیں فرقہ حنفیہ کے، اکثر اہل علم نے ان کو مرجئہ فرقے میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ ایمان کی تعریف اور اس کی کمی وزیادتی کے بارے میں جو عقیدہ مرجئہ کا ہے انہوں نے بھی بعینہ وہی عقیدہ اپنی تصنیف فقہ اکبر میں درج فرمایا ہے۔ علامہ شہرستانی نے کتاب الملل والنحل میں بھی رجال المرجئہ میں حسام بن ابی سلیمان اور ابو حنیفہ اور ابو یوسف اور محمد بن حسن وغیرہم کو درج کیا ہے۔ اسی طرح غسان بھی جو فرقہ غسانیہ کا پیشوا ہے ابو حنیفہ کو فرقہ مرجئہ میں شمار کرتا ہے اور......... حضرت پیران پیر رحمہ اللہ نے امام صاحب کو مرجئہ لکھ دیا۔"

(حقیقۃ الفقہ از محمد یوسف جے پوری غیر مقلد ص39)

جواب:

اس اعتراض کی تین شقیں ہیں۔

1: ایمان کی تعریف اور اس کی کمی زیادتی کے بارے میں جو عقیدہ مرجئہ کا ہے بعینہ وہی عقیدہ امام صاحب نے اپنی فقہ اکبر میں درج فرمایا۔

2: علامہ شہرستانی نے آپ کو رجال المرجئہ میں شمار کیا ہے اور غسان بھی جو فرقہ غسانیہ کا پیشوا ہے ابو حنیفہ کو فرقہ مرجئہ میں شمار کرتا ہے۔

3: حضرت شیخ عبد القادر جیلانی نے بھی امام صاحب کو مرجئہ لکھ دیا۔

ہر شق کا جواب پیش خدمت ہے:

شق اول کا جواب:

"مرجئہ" کا لفظ "ارجاء" سے ہے جس کے لغوی معنیٰ "موخر کرنا" ہیں۔ اصطلاحی معنیٰ کے متعلق علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م852ھ لکھتے ہیں:

ومنهم من أراد تأخير القول في الحكم على من أتى الكبائر وترك الفرائض بالنار لأن الإيمان عندهم الإقرار والاعتقاد ولا يضر العمل مع ذلك.

(مقدمہ فتح الباری ص646)

ترجمہ: بعض کے ہاں ارجاء سے مراد گناہ کبیرہ کے مرتکب اور فرائض کے تارک پر دخول فی النار کے حکم کو موخر کرنا ہے کیونکہ ان (مرجئہ) کے ہاں ایمان محض اقرار اور اعتقاد کا نام ہے۔ ارتکابِ کبیرہ اور ترک فرائض ایمان کے ہوتے ہوئے نقصان دہ نہیں۔

سلطان المحدثین ملا علی قاری رحمہ اللہ م1014ھ فرماتے ہیں:

ثم المرجئة... هم طائفة قالوا لایضر مع الایمان ذنب کمالا ینفع مع الکفر طاعة فزعموا ان احدا من المسلمین لایعاقب علیٰ شئی من الکبائر.

(شرح فقہ اکبر ص75)

ترجمہ: مرجئہ ایسا فرقہ ہے جس کا اعتقاد یہ ہے کہ ایمان کے ہوتے ہوئے گناہ کچھ نقصان دہ نہیں جیسے کفر کی موجودگی میں طاعت کچھ فائدہ مند نہیں۔ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ کوئی مسلمان کبیرہ گناہ کی وجہ سے سزا پا ہی نہیں سکتا۔

شیخ الاسلام شیخ محمد زاہد الکوثری رحمہ اللہ م1371ھ فرماتے ہیں:

واما الارجاء الذی یعد بدعة فهو قول من یقول لا تضر مع الایمان معصیة.

(تانیب الخطیب ص45)

ترجمہ: وہ ارجاء جو بدعت شمار ہوتا ہے وہ اس بات کا اعتقاد کرنا ہے کہ ایمان کے ساتھ گناہ کچھ نقصان دہ نہیں۔

محققین کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ فرقہ مرجئہ ضالہ کا عقیدہ ایمان کے بارے میں یہ ہے کہ ایمان محض اقرار لسانی اور اعتقاد [معرفت] کا نام ہے۔ اقرار واعتقاد کے ہوتے ہوئے اگر گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا جائے یا فرائض کو چھوڑا جائے تو کچھ پرواہ نہیں ان گناہ ومعاصی پر سزا ہو ہی نہیں سکتی۔ یہ عقیدہ اہل السنت والجماعت کے مسلمہ عقائد کے خلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس کا رد اپنی کتاب فقہ اکبر میں صراحت سے کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

ولا نقول ان حسناتنا مقبولة وسیئاتنا مغفورة کقول المرجئة ولکن نقول المسئلة مبینة مفصلة من عمل حسنة بشرائطها خالیة عن العیوب المفسدة والمعانی المبطلة ولم یبطلها حتی خرج من الدنیا فان الله تعالیٰ لایضیعها بل یقبلها منه ویثیبه علیها.

(فقہ اکبر مع الشرح ص77،78)

ترجمہ: ہمارا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ ہماری نیکیاں مقبول اور گناہ بخشے ہوئے ہیں جیسا کہ مرجئہ کا اعتقاد ہے [کہ ایمان کے ساتھ کسی قسم کی برائی نقصان دہ نہیں اور نافرمان کی نافرمانی پر سزا نہیں] بلکہ ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ جو شخص کوئی نیک کام اس کی شرطوں کے ساتھ کرے اور وہ کام تمام مفاسد سے خالی ہو اور اس کو باطل نہ کیا ہو اور دنیا میں ایمان کی حالت میں رخصت ہو تو اللہ تعالیٰ اس عمل کو ضائع نہیں کرے گا بلکہ اس کو قبول کر کے اس پر ثواب عطا فرمائے گا۔

فقہ اکبر کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ ایمان کے متعلق مرجئہ کا جو عقیدہ ہے امام صاحب نہ صرف اس سے بری ہیں بلکہ اس کا پرزور رد بھی فرماتے ہیں۔ رہا ایمان کی تعریف اور اس میں کمی وزیادتی کا مسئلہ تو اس بارے میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا اعتقاد یہ ہے کہ ایمان معرفت، تصدیق قلبی اور اقرار لسانی کا نام ہے۔ اعمال ظاہریہ ایمان مطلق کے اجزاء اصلیہ میں داخل نہیں بلکہ مکمِّلِ ایمان ہیں یعنی ان کی کمی وزیادتی کی وجہ سے نفسِ ایمان کم زیادہ نہیں ہوتا۔ ہاں البتہ کمال ایمان کم وزیادہ ہوتا رہتا ہے یعنی اس میں شدت وضعف آتا رہتا ہے۔ چنانچہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

والایمان هو الاقرار والتصدیق وایمان اهل السماء والارض لایزید ولاینقص.

(فقہ اکبر مع الشرح ص87،88)

ترجمہ: ایمان اقرار لسانی اور تصدیق کا نام ہے۔ آسمان وزمین والوں کا ایمان نہ کم ہوتا ہے نہ زیادہ۔

اور کتاب الوصیۃ (ص27) میں فرماتے ہیں:

الایمان… اقرار باللسان وتصدیق بالجنان ومعرفۃ بالقلب.

ترجمہ: ایمان اقرار لسانی اور تصدیق قلبی اور معرفت کا نام ہے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ قرآن وسنت میں ایمان کا تعلق قلب سے بیان کیا گیا ہے:

1: وَقَلۡبُهُۥ مُطۡمَئِنُّۢ بِٱلۡإِيمَٰنِ. (النحل:106)

ترجمہ: اس کا دل ایمان پر مطمئن رہے۔

2: وَلَمَّا يَدۡخُلِ ٱلۡإِيمَٰنُ فِي قُلُوبِكُمۡ. (الحجرات:14)

ترجمہ: ایمان تو ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

3: أُوْلَٰٓئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ ٱلۡإِيمَٰنَ. (المجادلۃ:22)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمایا۔

4: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے ایک جنگ کے موقع پر ایک آدمی کو قتل کر دیا جس نے لا الہ الا اللہ کہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ پوچھی تو عرض کیا کہ اس نے تلوار کے ڈر سے پڑھا تھا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

افلا شققت عن قلبہ حتی تعلم اقالہا ام لا؟

(صحیح مسلم ج1 ص67، 68 باب تحریم قتل الکافر بعد قولہ لا الہ الا اللہ)

ترجمہ: کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا کہ اس نے تلوار کے ڈر سے پڑھا ہے یا نہیں؟

اسی طرح اعمال کی کمی وزیادتی کی وجہ سے کمال ایمان بڑھتا اور کم ہوتا ہے یعنی آدمی نیک یا فاسق شمار ہوتا ہے۔ چنانچہ امام صاحب فرماتے ہیں:

المضیع للعمل لم یکن مضیعا للایمان… او لست تقول مومن ظالم ومومن مذنب ومومن مخطئی ومومن عاص ومومن جائر… ومن اصاب الایمان وضیع شیئا من الفرائض کان مومنا مذنباً

(الرسالہ الی عثمان البتی للامام ابی حنیفہ ص38 بحوالہ التعلیق علی الرفع والتکمیل ص365)

ترجمہ: اعمال کو ضائع کرنے والا ایمان کو ضائع کرنے والا نہیں ہوتا۔ کیا آپ یہ نہیں کہتے کہ مومن ظالم، مومن گنہگار، مومن خطاکار، مومن عاصی، مومن ستم کرنے والا۔ اس لیے جو شخص ایمان لایا اور فرائض میں سے کچھ ضائع کر دے تو یہ مومن گنہگار ہو گا۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ م1014ھ شرح فقہ اکبر (ص88) میں ایمان کی کمی وزیادتی کے بارے میں امام صاحب کا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فمعناہ انہ یزید باعتبار اعمالہ الحسنۃ حتیٰ یدخل صاحبہ الجنۃ دخولا اولیا، وینقص بارتکاب اعمالہ السئیۃ حتیٰ یدخل صاحبہ النار اولا ثم یدخل الجنۃ بایمانہ آخرا کما ھو مقتضی اھل السنۃ والجماعۃ.

ترجمہ: اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ایمان؛ اعمال حسنہ کے اعتبار سے بڑھتا ہے یہاں تک کہ اعمال صالحہ کرنے والا دخول اولی کے اعتبار سے جنت میں داخل ہو گا اور ایمان؛ اعمال سئیہ کرنے سے کم ہوتا ہے یہاں تک کہ مرتکب گناہ دخول اول کے اعتبار سے آگ میں داخل ہو گا پھر آخر کار اپنے ایمان کی وجہ سے جنت میں جائے گا جیسا کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے۔

لیکن فرقہ مرجئہ ضالہ کا ایمان کی تعریف اور کمی وزیادتی کے بارے میں جو موقف ہے وہ امام صاحب کے موقف سے بالکل جدا ہے۔ علامہ عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ م1304ھ فرماتے ہیں:

ان المرجئة یکتفون فی الایمان بمعرفة الله ونحوه ویجعلون ما سوی الایمان من الطاعات وما سوی الکفر من المعاصی غیر مضرة ولا نافعة.

(الرفع والتکمیل للکھنوی: ص360)

ترجمہ: مرجئہ ایمان کے بارے میں اللہ کی معرفت وغیرہ پر اکتفاء کرتے ہیں اور ایمان کے علاوہ جتنی بھی طاعات ہیں اور کفر کے علاوہ جتنے معاصی ہیں سب کو نہ نقصان دہ سمجھتے ہیں نہ نفع مند۔

امام عبد القاہر البغدادی م429ھ فرقہ مرجئہ کے پیرو غسان مرجئی کے بارے میں لکھتے ہیں:

قال انه یزید ولا ینقص...وزعم غسان هذا فی کتابه ان قوله فی هذا الکتاب کقول أبی حنیفة فیه وهذا غلط منه علیه لأن أبا حنیفة قال إن الایمان هو المعرفة والاقرار بالله تعالی وبرسله وبما جاء من الله تعالی ورسله فی الجملة دون التفصیل وانه لا یزید ولا ینقص...وغسان قد قال بأنه یزید ولا ینقص.

(الفرق بین الفرق-عبد القاهر البغدادي ص188)

ترجمہ: غسان مرجئی کہتا ہے کہ ایمان بڑھتا تو ہے کم نہیں ہوتا۔ اس غسان نے اپنی کتاب میں یہ کہا ہے کہ اس کا یہ قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی طرح ہے لیکن امام صاحب کے بارے میں اس کی یہ بات غلط ہے کیونکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تو یہ کہتے ہیں کہ ایمان معرفت، اللہ اور رسول کے اقرار اور ان چیزوں کے اجمالی اقرار کا نام ہے جو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آئی ہیں بغیر تفصیل کے اور یہ نفس ایمان نہ کم ہوتا ہے نہ زیادہ لیکن غسان مرجئی کہتا تھا کہ ایمان زیادہ ہوتا ہے کم نہیں ہوتا۔

امام عبد القاہر بغدادی رحمہ اللہ کی اس وضاحت اور امام صاحب کے مذکورہ موقف ودلائل سے معلوم ہوا کہ ایمان کی تعریف وکمی زیادتی کے بارے میں آپ کا نظریہ مرجئہ ضالہ کے نظریہ کے خلاف ہے۔ موقف حقیقۃ الفقہ کا ان دونوں کو بعینہ کے لفظ سے ایک شمار کرنا محض اتہام والزام ہے۔

شق ثانی کا جواب:

جیسا کہ واضح ہو چکا ہے کہ امام صاحب کا موقف ایمان کے بارے میں یہ ہے کہ ایمان معرفت، تصدیق قلبی اور اقرار لسانی کا نام ہے۔ اعمال ظاہر نفس ایمان کے اجزاء نہیں البتہ مکمل ایمان ضرور ہیں۔

محدثین حضرات کا اس بارے میں موقف یہ ہے کہ اعمال ایمان کی جزء ہیں لیکن اگر کوئی شخص ترک اعمال کا مرتکب ہوتا ہے تو محدثین کے نزدیک یہ شخص ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ چنانچہ محدث عصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فاکثر المحدثین الی ان الایمان مرکب من الاعمال... وان جعلوا الاعمال اجزاء لکن لابحیث ینعدم الکل بالغدامها بل یبقی الایمان مع انتفائها.

(فیض الباری ج1ص54)

ترجمہ: اکثر محدثین اس بات کے قائل ہیں کہ ایمان اعمال سے مرکب ہے۔ ان حضرات نے اعمال کو اگرچہ ایمان جزء قرار دیا ہے لیکن اس حیثیت سے نہیں کہ اگر اعمال نہ ہوں تو ایمان ختم ہو جائے بکہ ایمان، اعمال کے نہ ہونے کے باوجود باقی رہتا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ایمان کی تعریف میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور محدثین حضرات کے درمیان اختلاف محض لفظی ہے کیونکہ دونوں کا موقف کا حاصل یہ ہے کہ اعمال کے ترک کرنے کی وجہ سے انسان ایمان سے خارج نہیں ہوتا البتہ فاسق وفاجر ضرور ہوتا ہے محققین حضرات نے اس اختلاف کے محض لفظی ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔

1: ملا علی قاری رحمہ اللہ م1014ھ (شرح فقہ اکبر ص87)

2: مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ م 1352ھ (فیض الباری ج1 ص54)

3: شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمہ اللہ م 1417ھ (التعلیق علی قواعد فی علوم الحدیث ص239)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور اس موقف کے دیگر فقہاء و محدثین چونکہ اعمال کو ایمان سے الگ چیز مانتے ہیں اس لیے بعض محدثین کی طرف سے انہیں لغۃً مرجئہ [موخر کرنے والے] کہا گیا ہے۔ لیکن اس معنیٰ میں ہرگز نہیں جس معنیٰ میں فرقہ ضالہ مرجئہ ہیں۔ چنانچہ امام جمال الدین بن یوسف المزی رحمہ اللہ م 742ھ امام ابراہیم بن طہمان الخراسانی المکی کے حالات میں لکھتے ہیں:

وقال أبو الصلت عبد السلام بن صالح الهروي سمعت سفيان بن عيينة يقول ما قدم علينا خراساني أفضل من أبي رجاء عبد الله بن واقد الهروي قلت له فإبراهيم بن طهمان قال كان ذاك مرجئا قال أبو الصلت لم يكن إرجاؤهم هذا المذهب الخبيث أن الإيمان قول بلا عمل وأن ترك العمل لا يضر بالإيمان بل كان إرجاؤهم أنهم يرجون لأهل الكبائر الغفران ردا على الخوارج وغيرهم الذين يكفرون الناس بالذنوب.

(تہذیب الکمال للمزی ج1 ص253)

ترجمہ: ابو الصلت عبد السلام بن صالح الہروی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے پاس ابو رجاء عبد اللہ بن واقد الہروی رحمہ اللہ سے بہتر کوئی خراسانی نہیں آیا تو میں نے عرض کیا کہ ابراہیم بن طہمان کے بارے میں کیا رائے ہے؟ فرمایا وہ مرجئہ تھے۔ ابو الصلت فرماتے ہیں کہ ان حضرات کا مرجئہ ہونا اس خبیث مذہب کی بنیاد پر نہ تھا کہ ایمان صرف قول کا نام ہے عمل کے بغیر اور ترک عمل ایمان کے لیے مضر نہیں۔ بلکہ ان کا مرجئہ ہونا اس معنیٰ میں تھا کہ یہ حضرات اہل کبائر کے لیے مغفرت کی امید رکھتے تھے، خوارج پر رد کرتے ہوئے جو یہ کہتے تھے کہ لوگ گناہ کی وجہ سے کافر ہو جاتے ہیں اور [یہ حضرات اہل کبیرہ کے لیے] مغفرت کی امید رکھتے اور گناہ کی وجہ سے انہیں کافر قرار نہ دیتے تھے۔

اور ایسا ارجاء بدعت نہیں بلکہ عین اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد کے موافق ہے۔ علامہ زاہد بن الحسن الکوثری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فإرجاء العمل من أن يكون من أركان الإيمان الأصلية هو السنة، وأما الإرجاء الذي يعد بدعة، فهو قول من يقول: لا تضر مع الإيمان معصية.

(تانیب الخطیب ص45)

ترجمہ: ارجاء عمل یعنی عمل کو ایمان کے ارکان اصلیہ سے موخر شمار کرنا سنت ہے اور وہ ارجاء جو بدعت شمار ہوتا ہے وہ قائل کا یہ قول ہے کہ ایمان کے ساتھ گناہ کرنا کچھ نقصان دہ نہیں۔

علامہ شہرستانی رحمہ اللہ کے آپ رحمہ اللہ کو رجال المرجئہ میں شمار کرنے کی حقیقت بالکل واضح ہے کہ آپ رحمہ اللہ کا شمار مرجئہ اہل السنۃ میں کرتے ہیں جو عین سنت ہے نہ کہ مرجئہ ضالہ میں جو ایک بدعتی فرقہ ہے۔ چنانچہ رجال المرجئہ کا تذکرہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وهؤلاء كلهم أئمة الحديث لم يكفروا أصحاب الكبائر بالكبيرة ولم يحكموا بتخليدهم في النار خلافا للخوارج والقدرية.

(الملل والنحل ص169)

ترجمہ: یہ تمام کے تمام (بشمول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے) ائمہ حدیث تھے، گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر قرار نہ دیتے تھے اور خلود فی النار کا حکم بھی نہ لگاتے تھے بخلاف خلاف کے (وہ ایسا کرتے تھے)

اگر یہ حضرات مرجئہ ضالہ میں سے ہوتے تو ان کا بھی وہی عقیدہ بیان فرماتے جو مرجئہ ضالہ کا ہے اور انہیں ائمۃ الحدیث کا لقب ہرگز نہ دیتے۔ نیز علامہ شہرستانی رحمہ اللہ نے بھی انہی رجال مرجئہ میں چند اور نام بھی گنوائے ہیں جو بخاری و مسلم کے رواۃ ہیں۔

1: سعید بن جبیر رحمہ اللہ..... صحاح ستہ

2: طلق بن حبیب..... ادب المفرد للبخاری، مسلم اور سنن اربعہ

3: عمرو بن مرہ..... صحاح ستہ

4: محارب بن دثار..... صحاح ستہ

5: ذر بن عبد اللہ..... صحاح ستہ

معترض نے امام صاحب کا نام تو لیا لیکن ان حضرات کا تذکرہ تک نہ کیا کیونکہ ان کا تذکرہ کرتے تو اعتراض خود بخود ہو جاتا اور یہ حقیقت کھل جاتی کہ یہ مرجئہ ضالہ میں سے نہیں بلکہ مرجئہ سنیہ میں سے ہیں۔

معترض کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ غسان مرجئی امام صاحب کو مرجئہ شمار کرتا تھا۔ اس کے لیے علامہ شہرستانی رحمہ اللہ کی عبارت نقل کر دینا کافی وافی ہے۔ چنانچہ آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ومن العجيب أن غسان كان يحكي عن أبي حنيفة رحمه الله مثل مذهبه ويعده من المرجئة ولعله كذب كذلك عليه لعمري كان يقال لأبي حنيفة وأصحابه مرجئة السنة.

(الملل والنحل ص164)

ترجمہ: اور عجیب بات یہ ہے کہ غسان مرجئی امام صاحب کی طرف منسوب کر کے اپنا باطل مذہب بیان کرتا تھا اور امام صاحب کو مرجئہ شمار کرتا تھا اور یہ امام صاحب پر اس کا جھوٹ ہے میری زندگی کی قسم، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے اصحاب کو مرجئہ السنۃ کہا جاتا ہے۔

یہی بات علامہ عبد القاہر بغدادی رحمہ اللہ نے بھی فرمائی ہے۔ (الفرق بین الفرق ص188)

شق ثالث کا جواب:

اکابر علماء کرام نے اس کی تحقیق کرتے ہوئے یہ بات فرمائی ہے کہ حنفیہ کا ذکر فرق ضالہ میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ نے نہیں کیا بلکہ کسی متعصب نے محض بغض وعناد کی وجہ سے بعد میں یہاں لکھ دیا ہے۔ چنانچہ شیخ عبد الغنی النابلسی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الرد المتین علی منتقض العارف محیی الدین" میں فرماتے ہیں:

تلك العبارة مدسوسة مكذوبة على الشيخ.

(بحوالہ الرفع والتکمیل للکھنوی: ص381)

ترجمہ: یہ عبارت حضرت شیخ رحمہ اللہ ک کلام میں داخل کی گئی ہے حضرت شیخ رحمہ اللہ پر محض جھوٹ بولا گیا ہے۔ (فی الواقع حضرت کے کلام میں نہیں ہے)

علامۃ الہند عبد الحکیم بن شمس الدین الفاضل سیالکوٹی رحمہ اللہ غنیۃ الطالبین کے فارسی ترجمہ میں رقمطراز ہیں:

بداں کہ ذکر حنفیہ در فرق مرجئہ و گفتن کہ ایمان نزد ایشاں معرفت است واقرار خلاف مذہب ایں طائفہ است کہ در کتب مقرر است وشاید ایں را بعض مبتدعان بہ بغض ایں فرقہ داخل کردہ اند ایں را در کلام شیخ۔

(غنیۃ الطالبین مترجم فارسی ص230)

ترجمہ: جان لیجیے کہ مرجئہ کے فرقوں میں حنفیہ کا ذکر کرنا اور یہ کہنا کہ ایمان ان کے ہاں محض معرفت اور اقرار کا نام ہے، یہ اس گروہ (حنفیہ) کے اعتقاد کے خلاف ہے جیسا کہ ان کی کتب میں درج ہے۔ لگتا یہی ہے کہ یہ عبارت کسی بدعتی نے جو اس گرہ حنفیہ سے بعض رکھتا ہے شیخ کے کلام میں داخل کر دی ہے۔

بالفرض اگر یہ عبارت الحاقی نہ بھی ہو تب بھی مولف حقیقۃ الفقہ کا یہ جملہ کہ "حضرت پیران پیر رحمہ اللہ نے بھی امام صاحب کو مرجئہ

لکھ دیا" حضرت شیخ پر نرا بہتان ہے اصل بات یہ ہے کہ حضرت شیخ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو فرقہ مرجئہ ضالہ میں داخل نہیں کیا بلکہ ان لوگوں کو مرجئہ کہا جو فروعات میں اپنی نسبت امام صاحب کی طرف کر کے خود کو حنفی کہلاتے اور عقائد میں امام صاحب کے مخالف تھے۔ جیسا کہ غسان مرجئی وغیرہ۔ لہذا حضرت شیخ کے کلام واما الحنفية فهم بعض اصحاب ابی حنيفة (غنیۃ الطالبین ص230) میں ان بعض اصحاب ابی حنیفۃ سے یہی لوگ مراد ہیں۔ عمدۃ المتاخرین حضرت مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ م ۱۳۰۴ھ فرماتے ہیں:

مفاد عبارة الغنية ان الحنفية الذين هم فرع من فروع المرجئة الضالة اصحاب ابی حنيفة الذين يقولون ان الايمان هو المعرفة والاقرار بالله ورسوله وهذا لا ينطبق الا على الغسانية فيكون هو المراد من الحنفية لما عرفت سابقا ان غسان الكوفی كان يحكی مذهبه الخبيث عن ابی حنيفة ويعده كنفسه من المرجئة.

(الرفع والتکمیل - أبو الحسنات اللکنوي ص387)

ترجمہ: غنیۃ الطالبین کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ حنفیہ جو مرجئہ ضالہ کی ایک قسم ہے، اس سے مراد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے وہ پیروکار ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ایمان فقط معرفت اور اقرار باللہ ورسولہ کا نام ہے اور یہ صرف فرقہ غسانیہ پر صادق آتا ہے اور یہاں حنفیہ سے مراد یہی فرقہ غسانیہ ہے (نہ کہ امام صاحب اور ان کے دیگر پیروکار) کیونکہ آپ پہلے جان چکے ہیں کہ غسان کوفی اپنا خبیث عقیدہ امام صاحب کی طرف منسوب کر کے بیان کرتا تھا اور امام صاحب کو بھی اپنی طرح مرجئہ شمار کرتا تھا۔

اعتراض نمبر 9: کوئی کتاب نہیں لکھی

امام ابو حنیفہ نے کسی فن میں کوئی کتاب نہیں لکھی نہ فن حدیث میں اور نہ دیگر فنون میں (اتنے بڑے امام کے لئے صاحب تصنیف نہ ہونا امر قادح ہے)

جواب:

یہ اعتراض سب سے پہلے معتزلہ نے کیا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ آپ رحمہ اللہ نے معتزلہ کے رد میں کئی کتابیں تصنیف فرمائیں تو انہوں نے ان کتابوں کی نسبت امام صاحب سے الگ کرنے کی بھرپور کوشش کی تاکہ اپنے مذہب پر زد نہ آنے دیں۔ اسی بات کو آج کل کے متعصبین لے کر امام صاحب کا رتبہ کم کرنے کے درپے ہیں۔ امام کردری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فان قلت: ليس لابی حنيفة كتاب مصنف، قلت: هذا كلام المعتزلة ودعواهم انه ليس له فی علم الكلام تصنيف و غرضهم بذلك نفی ان يكون الفقه الاكبر و كتاب العالم والمتعلم له لانه صرح فيه باكثر قواعد اهل السنه والجماعة.

(مناقب ابی حنیفۃ للکردری ج1 ص107 ص108)

ترجمہ: اگر آپ کہیں کہ امام صاحب کی کوئی تصنیف نہیں ہے تو میں کہوں گا کہ یہ معتزلہ کا قول ہے۔ ان لوگوں کا دعوی یہ ہے کہ امام صاحب کی علم الکلام میں کوئی تصنیف نہیں ہے۔ ان کی غرض اس سے ہے کہ وہ فقہ اکبر، کتاب العالم والمتعلم وغیرہ جو امام صاحب کی کتب ہیں، ان کی نفی کر دیں کیونکہ اس میں آپ رحمہ اللہ نے اہل السنۃ والجماعۃ کے اکثر قواعد ذکر کئے ہیں۔

علم حدیث میں ابواب کے اعتبار سے سب سے پہلی کتاب لکھنے کا اعزاز آپ ہی کو حاصل ہے۔ امام خوارزمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

من مناقبه و فضائله التی لم يشاركه فيها من بعده انه اول من دون علم الشريعة و رتبه ابوابا ثم تبعه مالك بن انس فی ترتيب الموطا لم يسبق ابا حنيفة احد.

(مقدمہ جامع المسانید للخوارزمی ص34 س35 تبیض الصحیفۃ للسیوطی ص36، الخیرات الحسان لابن حجر مکی ص28)

ترجمہ: آپ کے وہ خصوصی مناقب و فضائل جن میں کوئی بھی آپ کا شریک نہیں یہ ہے وہ یہ ہے کہ آپ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے علم شریعت

کو مدون کیا اور ابواب کی ترتیب لگائی، آپ کی اتباع میں امام مالک رحمہ اللہ نے موطا میں بھی یہی ترتیب رکھی۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے پہلے یہ ترتیب کسی نے بھی نہیں رکھی تھی۔

آپ کی اس تصنیف کا نام "کتاب الآثار" ہے جو آپ کے شاگردوں نے آپ سے روایت کی ہے۔ تفصیل یہ ہے:

1: کتاب الآثار بروایت امام زفر بن الھذیل العنبری البصری رحمہ اللہ. (المعجم الصغیر للطبرانی ص63، طبقات المحدثین لابی الشیخ: ج4ص427)

2: کتاب الاثار بروایت امام ابی یوسف القاضی رحمہ اللہ. (مقدمہ جامع المسانید للخوارزمی ص75، الجواہر المضیئۃ للقرشی ج2ص235)

3: کتاب الآثار بروایت ابی عبداللہ محمد بن الحسن الشیبانی رحمہ اللہ. (مقدمہ جامع المسانید ص75، مقدمہ تعجیل المنفعۃ ص19)

4: کتاب الآثار بروایت حسن بن زیاد رحمہ اللہ. (لسان المیزان لابن حجر ج5ص31)

آپ رحمہ اللہ کی دیگر کتب کی تفصیل یہ ہے:

1: الفقہ الاکبر	(کتاب الفہرست لابن ندیم ص256، مناقب موفق مکی ج1ص208)
2: الرد علی القدریہ	(کتاب الفہرست لابن ندیم ص256، مناقب موفق مکی ج1ص208)
3 : الرسالۃ الی البیتی	(کتاب الفہرست لابن ندیم ص256، مناقب موفق مکی ج1ص208)
4: کتاب العالم والمتعلم	• کتاب الفہرست لابن ندیم ص256، مناقب موفق مکی ج1ص100)
5: المجرد فی الفقہ والرای	(الفہرست لابن ندیم ص258، تاریخ الاسلام للذھبی ج9ص12)
6: کتاب الرھن	(اخبار ابی حنیفۃ الصیمری ص65، مناقب موفق المکی ج2ص29)
7 : کتاب الفرائض	(مناقب موفق المکی ج2ص66، مقدمہ جامع المسانید ص35)
8: کتاب الشروط	(مناقب موفق المکی ج2ص66)
9: کتاب الصلوۃ	(مناقب موفق المکی ج1ص67ص68)
10: المقصود فی الصرف	مطبوعہ حلب المصطفی البابی الحلبی 1359ھ
11: اختلاف الصحابہ	
12: کتاب السیر	
13: الجامع	
14: کتاب الابسط	
15: کتاب الوصیہ	(مطبوعہ دار ابن حزم 1418ھ)

اعتراض نمبر 10: مناسکِ حج سے بے بہرہ تھے

محمد یوسف جے پوری لکھتے ہیں :

"تاریخ صغیر مطبوعہ انوار احمدی ص 158 میں امام ابو حنیفہ کے متعلق امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قال الحمیدی فرجل لیس عندہ سنن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و لا اصحابہ فی المناسك و غیرھا کیف یقلد احکام اللہ فی المواریث و الفرائض و الزکوۃ و الصلوۃ و امور الاسلام." حمیدی کہتے ہیں کہ جس آدمی کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں اور صحابہ کے آثار مناسک و غیرہ ہی نہ ہوں ایسے کی بات احکام میں مثل میراث اور زکوۃ اور نماز وغیرہ امور اسلام میں کیونکر قبول کی جائے۔ (حقیقۃ الفقہ ص130ص131)

جواب:

ہم یہاں امام اعمش کی شہادت نقل کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام صاحب کو مسائل حج میں کیسا ملکہ اور ید طولی حاصل تھا۔ چنانچہ ابن حجر مکی امام صاحب کی ان صفات کا تذکرہ کرتے ہیں جو آپ کو دیگر لوگوں سے ممتاز کرتی ہیں:

و منہا انہ اجتہد و افتی فی زمن التابعین بل لما حج الاعمش ارسل الیہ لیکتب لہ المناسك و کان یقول اکتبوا المناسك عنہ فانی لا اعلم احدا اعلم بفرضہا و نفلہا منہ فانظر ہذہ الشہادۃ لہ من مثل الاعمش.

(الخیرات الحسان ص99)

ترجمہ: ان خصوصیات میں ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے تابعین کے عہد میں اجتہاد کیا اور فتوی دیا۔ بلکہ امام اعمش نے جب حج کا ارادہ کیا تو آپ فرماتے تھے کہ مناسک ابو حنیفہ سے لکھواو کیونکہ مناسک کے فرائض ونوافل ابو حنیفہ سے زیادہ جاننے والا کسی کو نہیں سمجھتا۔

آپ ملاحظہ کریں کہ اعمش جیسے شخص کی آپ کے بارے میں کیسی شہادت ہے۔ اس عظیم وزنی شہادت کے بعد یہ اعتراض بے وزنی معلوم ہوتا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ افہم الناس اعلم الناس فی زمانہ (جیسا کہ پہلے بالتحقیق ثابت ہو چکا ہے) ہیں تو ان سے متعلق ایسا گمان یقیناً غلط و بے جا ہے۔ لہذا تاریخ صغیر کی یہ عبارت امام صاحب کے علم و جلالت شان پر چنداں اثر انداز نہیں ہوتی۔